۸۹واں باب

اللہ اپنے بندے کو لے گیا!

مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى

۱۴۲ اِسراء: نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک کا راتوں رات سفرِ مبارک

۱۴۶ قرآن میں رؤیا سے مراد خواب نہیں بلکہ آنکھوں سے مشاہدہ ہے

۱۴۶ بیت المقدس سے آسمانوں کو روانگی

۱۴۷ آدم علیہ السلام سے ملاقات

۱۴۷ عیسیٰ اور یحییٰ علیہما السلام سے ملاقات

۱۴۷ ادریس علیہ السلام سے ملاقات

۱۴۷ ہارون علیہ السلام سے ملاقات

۱۴۸ موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات

۱۴۸ نمازوں کی فرضیت

۱۵۰ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کیا

۱۵۱ علماء اور متکلمین کے درمیان جسمانی اور روحانی معراج کا اختلاف

۱۵۳ رویائے صادقہ کے امتیازی پہلو

۸۹واں باب

اللہ اپنے بندے کو لے گیا!

مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى

نبوت کے بارہویں برس کے آخری مہینے آ لگے ہیں، یہ رمضان کا مہینہ ہے، اور غالباً اُس کا بھی آخر کہ اللہ نے اپنے نبی کی تکریم فرمائی اور اُسے پہلے راتوں رات بیت المقدس لے گیا[۴۸] اور پھر آسمانوں کی سیر کرائی۔ اُن دِنوں مکے میں جیسے کچھ بھی حالات تھے، اگر آپ نے سابقہ ابواب ترتیب سے مطالعہ کیے ہیں تو اُن کی ایک تصویر آپ کے ذہن میں ضرور ہونی چاہیے۔ ایسا لگتا تھا کہ مکہ اب بنجر ہے، جنھیں ایمان لانا تھا لا چکے، مزید اب کوئی ایمان نہیں لائے گا، کفار اہلِ ایمان کی استقامت پر حیران پریشان تھے، محمدؐ اور اسلام کے خلاف کوئی سازش کوئی چال کام یاب نہ ہوتی تھی، عرب کی قیادت و سیادت کا محل زمیں بوس ہونے کے آثار نمایاں تھے، محل کی بنیادوں پر تیشہ باہر سے کسی نے نہیں خود قریش کے اعلیٰ ترین خاندان کے چشم و چراغ محمدؐ بن عبد اللہ نے چلایا تھا، نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن والا معاملہ تھا کہ اُنھی دنوں ایک روز صبح ہی صبح نبی کریم ﷺ کا جاہلوں کے جاہل، ابو جہل سے سامنا ہو گیا، کم بخت بولا، کیا نئی خبر ہے، آپ ﷺ نے بتایا کہ رات کو بیت المقدس گیا تھا اور واپس آ گیا ہوں۔ یہ پورا واقعہ احادیث میں مرقوم ہے، جس کی ترجمانی ہم محدثِ عصر ناصر الدین البانی کے مجموعے سلسلہ احادیث صحیحہ سے [ترقیم البانی: ۳۰۲۱] پیش کر رہے ہیں۔

اِسراء: نبی ﷺ کا مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک کا راتوں رات سفرِ مبارک

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے [راتوں رات بیت المقدس کی] سیر کرائی گئی اور میں علی الصبح مکہ واپس پہنچ گیا، میں اس خیال سے گھبرا گیا کہ مجھے

۴۸ ۶۳ویں باب [جلد چہارم] میں ہم نے دورِ نبوت کی تقویم پر گفتگو کرتے ہوئے، معراج کو رجب سنہ ۱۰ نبوی میں تحریر کیا تھا، مزید تحقیق و مطالعے سے راقم کا اب یہ قوی گمان ہے کہ جو مورخین اور اصحابِ سیر اسے ہجرت سے سولہ ماہ قبل، رمضان سنہ ۱۲ میں خیال کرتے ہیں، اُن کی رائے زیادہ صائب ہے کیوں کہ معراج یقیناً خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ہے جو دسویں سال رمضان میں ہوئی تھی اور اُس وقت تک پنج وقتہ نماز فرض نہیں ہوئی تھی۔ پنج وقتہ نماز معراج میں فرض ہوئی اِس لیے واقعہ معراج یقیناً رمضان سنہ ۱۰ نبوی کے بعد کا واقعہ ہے جیسا کہ الرحیق المختوم میں صفحہ ۱۹۷ پر جناب مبارکپوریؒ نے تحریر کیا ہے۔

لوگ جھٹلائیں گے، اس لیے ایک طرف افسردہ ہو کر بیٹھ گیا۔" اللہ کا دشمن ابو جہل آپ ﷺ کے پاس سے گزرا، وہ آیا اور آپؐ کے پاس بیٹھ گیا اور مذاق کرتے ہوئے کہا: کیا کچھ ہوا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جی ہاں۔" اس نے کہا: کیا ہوا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "آج رات مجھے سیر کرائی گئی ہے۔" اس نے کہا: کہاں تک؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "بیت المقدس تک۔" اس نے کہا: پھر صبح کو آپ ہمارے پاس بھی پہنچ گئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جی ہاں۔" ابو جہل نے سوچا کہ ابھی اس کو نہیں جھٹلاتا، کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اپنی قوم کو بلاؤں اور یہ (محمد ﷺ) اپنی بات بیان کرنے سے انکار کر دے۔ اس لیے ابو جہل نے کہا: اگر میں لوگوں کو بلاؤں تو تم ان کے سامنے بھی یہی بیان دو گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہاں۔" اس نے کہا: بنی کعب بنی لؤی کی جماعت ادھر آؤ۔ ساری کی ساری مجلسیں اس کی طرف ٹوٹ پڑیں، وہ سب کے سب آ گئے اور ان دونوں کے پاس بیٹھ گئے۔ ابو جہل نے کہا: (اے محمدؐ!) جو بات مجھے بیان کی تھی، ان کو بھی بیان کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "آج رات مجھے سیر کرائی گئی ہے۔" انھوں نے کہا: کہاں تک؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "بیت المقدس تک۔" انھوں نے کہا: پھر صبح کو یہاں بھی پہنچ گئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں۔" (یہ سن کر) کوئی تالی بجانے لگ گیا اور کوئی (بزعم خود) اس کو حد درجے جھوٹ جان کر اپنے سر کو پکڑ کر بیٹھ گیا۔ پھر انھوں نے کہا: کیا مسجد اقصیٰ کی علامت بیان کر سکتے ہو؟ ان میں سے بعض لوگوں نے اس علاقے کا سفر بھی کیا ہوا تھا اور مسجد اقصیٰ دیکھی ہوئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں نے اس کی علامتیں بیان کرنی شروع کر دیں، لیکن بعض نشانیوں کے بارے میں میری یادداشت میں الجھاؤ سا ہونے لگا تو [اللہ تعالیٰ نے] مسجد اقصیٰ (کے ماڈل) کو عقیل کے گھر سے بھی قریب رکھ دیا اور میں نے اسے دیکھ کر نشانیاں بیان کر دیں، اس کے باوجود کہ مجھے کچھ نشانیاں یاد نہ رہی تھیں۔ لوگوں نے کہا کہ علامات تو اللہ کی قسم! آپ نے درست بیان کی ہیں۔"

عن عائشة رضی الله عنها قالت جاء المشركون إلى أبي بكر فقالوا هل لك إلى صاحبك يزعم أنه أسري به الليلة إلى بيت المقدس قال أو قال ذلك ﷺ قالوا نعم فقال لقد صدق إني لأصدقه بأبعد من ذلك بخبر السماء غدوة و روحة فلذلك سمي الصديق۔ (تاریخ الخلفاء، ص-۱۱)، ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ شب معراج کے اگلے دن مشرکینِ مکہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا، اپنے صاحب کی اب بھی تصدیق کرو گے؟، انھوں نے دعویٰ کیا ہے "راتوں رات بیت المقدس کی سیر

کر آئے ہیں"ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا:"بے شک آپؐ نے سچ فرمایا ہے، میں تو صبح و شام اس سے بھی اہم امور کی تصدیق کرتا ہوں"۔اس واقعہ سے ابو بکر رضی اللہ عنہ کا لقب صدیق مشہور ہو گیا۔

قرآن مجید میں اس واقعے کے بارے میں بیان کیا گیا کہ سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿١﴾

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو ایک شب مسجد حرام سے اس دُور والی مسجد تک لے گئی، جس کے ارد گرد کو ہم نے برکت بخشی تا کہ ہم اس کو اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔

یہ واقعہ گم راہ لوگوں کے لیے رسالت کے انکار کا، نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے استہزاء کا اور مؤمنین کے لیے ایمان کی پختگی کے اظہار کا ایک سبب بن گیا، جیسا کہ ہم ابو جہل اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے معاملے میں اوپر دیکھ چکے ہیں۔ منکرین کو اپنے انکار پر جمنے کے لیے ایک بہانہ ہاتھ آگیا کہ نعوذ باللہ محمدؐ ایک عقل میں نہ آنے والی بات کرتا ہے، یہ کیسے نبی ہو سکتا ہے! یہ وہ روّیہ تھا جس کے لیے قرآن نے کہا کہ اس سفر میں مشاہدے کو ہم نے ایک فتنہ بنا دیا، فتنے اور گم راہی میں وہی لوگ پھنستے ہیں، جنھیں گم راہی عزیز ہوتی ہے کہ پانی وہیں مرتا ہے جہاں پانی مرنے کی گنجایش ہوتی ہے۔اس کے مقابلے میں ایک بھی مسلمان ایسا نہ تھا جسے نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے اس سفر پر شک گزرا ہو یا اُس نے اسے خلافِ عقل گردانا ہو۔

قریش نے آپؐ سے سفر کے نشانات دریافت فرمائے کیوں کہ اُنھوں نے آج تک اتنی جلدی سفر کبھی سُنا ہی نہ تھا۔ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ایک قافلے کا ذکر فرمایا جسے آپؐ نے راہ میں گم ہو جانے والے اونٹ کی تلاش میں سر گرداں دیکھا تھا۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے قریش کو بتایا کہ وہ قافلہ فلاں مقام پر تھا۔ ایک اور کارواں کا بھی حال بتایا جو محوِ سفر تھا، جس کے برتن سے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے خود پانی اُنڈیل کر پیا تھا۔ بعد میں برتن سرپوش سے ڈھانک دیا تھا۔ یہ واقعات سننے کے بعد قریش نے اِن دونوں قافلوں کی بابت تحقیق کی تو آپؐ کے بیان کردہ ایک ایک لفظ کو صحیح اور سچا پایا اور واقعات کی صداقت پر حیران و ششدر رہ گئے۔

معراج جسمانی تھی یا محض ایک خواب تھی؟

اگرچہ جمہور علمائے حدیث، فقہاء اور مفسرین، معراجِ جسمانی ہی کے قائل رہے خصوصیت

سے مسجدِ اقصیٰ تک کے سفر [اِسراء] کے لیے، مگر ہمارے متکلمین کے درمیان اس معاملے میں اختلاف ہو گیا کہ یہ سارا واقعہ یا کم سے کم مسجدِ اقصیٰ سے آسمانوں تک عالمِ بالا کی سیر جسمانی رہی یا ایک خواب تھی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ روحانی معراج کے قائل اِن متکلمین کے نزدیک یہ روحانی مشاہدہ، جسمانی آنکھ کے مشاہدہ سے زیادہ گہرا اور عمدہ تھا، پھر اختلاف کس بات پر ہے؟؟...... افسوس یہ ہے کہ یہ اختلاف ایک دوسرے کو ضال و مضل ٹھہرانے پر منتج ہوتا ہے۔ راقم کو مجال نہیں کہ اس باہم تکفیری فتنے میں شامل ہو جائے۔ پورے مسئلے کو ہم قارئین کے سامنے رکھ دیتے ہیں اور دونوں نقطہ ہائے نظر بھی، مگر پہلے مکمل رودادِ سفر۔

روداد سفر قدم بہ قدم.......... بہ زبانی امام بخاریؒ

امام بخاریؒ اپنے مجموعہ احادیث میں کم و بیش دو درجن سے زائد احادیث میں مسجدِ اقصیٰ تک کے سفر مبارک [اِسراء] اور وہاں سے آسمانوں تک جانے [معراج] کی تفصیل بیان کرتے ہیں، جن میں کافی جگہ بہت سی باتیں دہرائی گئی ہیں، اِن تمام کو یک جا کرنے اور تکرار کو حذف کرنے سے سفر کی ایک مکمل شکل سامنے آتی ہے جو ذیل کی سطور میں راقم نے ترتیب دی ہے:

سفرِ معراج سے ایک رات قبل: جس رات رسول اللہ ﷺ کو مسجد کعبہ سے معراج کے لیے لے جایا گیا کہ وحی آنے سے پہلے آپ کے پاس فرشتے آئے۔ نبی کریم ﷺ مسجد الحرام میں سوئے ہوئے تھے۔ اُن میں سے ایک نے پوچھا کہ وہ کون ہیں؟ دوسرے نے جواب دیا کہ وہ ان میں سب سے بہتر ہیں، تیسرے نے کہا کہ ان میں جو سب سے بہتر ہیں اُنھیں لے لو۔ نبی کریم ﷺ نے مزید اُن فرشتوں کو نہیں دیکھا، اس رات کو بس اتنا ہی واقعہ پیش آیا۔

سینہ مبارک کو چاک کیا جانا اور مسجدِ اقصیٰ کی جانب روانگی: دوسری رات فرشتے پھر آئے جب کہ آپ کا دل دیکھ رہا تھا اور آپ کی آنکھیں سو رہی تھیں۔ لیکن دل نہیں سو رہا تھا۔ انبیاء کا یہی حال ہوتا ہے۔ ان کی آنکھیں سوتی ہیں لیکن ان کے دل نہیں سوتے۔ انھوں نے آپ سے بات نہیں کی۔ بلکہ آپ کو اٹھا کر زمزم کے کنویں کے پاس لائے۔ یہاں جبرئیل علیہ السلام نے آپ کا کام سنبھالا اور آپؐ کے گلے سے دل کے نیچے تک سینہ چاک کیا اور سینے اور پیٹ کو پاک کر کے زمزم کے پانی

سے اسے اپنے ہاتھ سے دھویا یہاں تک کہ آپؐ کا پیٹ صاف ہو گیا۔ پھر آپؐ کے پاس سونے کا طشت لایا گیا جس میں سونے کا ایک برتن ایمان و حکمت سے بھرا ہوا تھا۔اس سے آپؐ کے سینے اور حلق کی رگوں کو سیا اور اسے برابر کر دیا۔ پھر ایک جانور لایا گیا جو گھوڑے سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا اور سفید! جارود نے انسؓ سے پوچھا: ابو حمزہ! کیا وہ براق تھا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔اس کا ہر قدم جہاں تک نظر جا سکتی ہے وہاں پر پڑتا تھا(نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ) مجھے اس پر سوار کیا گیا۔

قرآن میں رؤیا سے مراد خواب نہیں بلکہ آنکھوں سے مشاہدہ ہے: بخاریؒ اپنی اسناد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بنی اسرائیل کی آیت [وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ(٦٠) ترجمہ: اور وہ رؤیا جو ہم نے تمھیں دکھایا ہے اسے ہم نے صرف لوگوں کے لیے آزمایش بنایا ہے۔] کے بارے میں کہا کہ اِس سے مراد آنکھ کا دیکھنا ہے جو رسول اللہ ﷺ کو اس معراج کی رات دکھایا گیا تھا۔ جب آپ کو بیت المقدس تک رات کو لے جایا گیا تھا، مزید کہا کہ قرآن مجید میں جو الشجرة الملعونة کا ذکر ہے اُس سے مراد زقوم[۴۹] کا درخت ہے۔

روانگی کے موقع پر آپ ﷺ کا دودھ نوش کرنا: آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس دو برتن لائے گئے، ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شراب۔ مجھ سے کہا گیا کہ جو آپ کا جی چاہے لے لو۔ میں نے دودھ کا برتن لے لیا اور پی لیا۔اس پر مجھ سے کہا گیا کہ فطرت کی آپؐ نے راہ پالی، یا فطرت کو آپؐ نے پالیا۔اس کے بجائے اگر آپؐ شراب کا برتن لیتے تو آپؐ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

بیت المقدس سے آسمانوں کو روانگی: پھر آپ کو لے کر آسمان دنیا پر چڑھے اور اس کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر دستک دی۔ آسمان والوں نے ان سے پوچھا آپ کون ہیں؟ انھوں نے کہا کہ جبرائیل انھوں نے پوچھا اور آپؐ کے ساتھ کون ہے؟ جواب دیا کہ میرے ساتھ محمد ﷺ ہیں۔ پوچھا: کیا اُنھیں بلایا گیا ہے؟ جواب دیا کہ ہاں۔ آسمان والوں نے کہا خوب اچھے آئے اور اپنے ہی لوگوں میں آئے ہو۔ آسمان والے اس سے خوش ہوئے۔ ان میں سے کسی کو معلوم نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ زمین میں کیا کرنا چاہتا ہے جب تک وہ اُنھیں بتا نہ دے[۵۰]۔

۴۹ جسے اردو میں تھوہڑ کا درخت بھی کہتے ہیں

۵۰ معلوم ہوا کہ فرشتے بھی انسانوں کی مانند غیب کی تمام باتوں کا علم نہیں رکھتے، سوائے اُن باتوں کے، جو اُنھیں

آدم علیہ السلام سے ملاقات: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان دنیا پر آدم علیہ السلام کو پایا۔ جبرئیل علیہ السلام نے آپ سے کہا کہ یہ آپ کے بزرگ ترین دادا آدم ہیں، آپ اُنھیں سلام کیجیے۔ آدم علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا۔ کہا کہ خوب اچھے آئے اور اپنے ہی لوگوں میں آئے ہو۔ مبارک ہو اور فرمایا: خوش آمدید نیک بیٹے اور نیک نبی! کچھ انسانی روحیں ان کے دائیں طرف تھیں اور کچھ بائیں طرف، جب وہ دائیں طرف دیکھتے تو ہنس دیتے اور جب بائیں طرف دیکھتے تو رو پڑتے۔ جبرائیلؑ نے بتایا کہ یہ آدم علیہ السلام ہیں اور یہ انسانی روحیں ان کے دائیں اور بائیں طرف تھیں ان کی اولاد بنی آدم کی روحیں تھیں۔ ان کے جو دائیں طرف تھیں وہ جنتی تھیں اور جو بائیں طرف تھیں وہ دوزخی تھیں، اسی لیے جب وہ دائیں طرف دیکھتے تو مسکراتے اور جب بائیں طرف دیکھتے تو روتے تھے، پھر جبرئیل علیہ السلام مجھے اوپر لے کر چڑھے۔

عیسیٰ اور یحییٰ علیہما السلام سے ملاقات: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج کے متعلق بیان فرمایا کہ پھر آپؑ اوپر چڑھے اور دوسرے آسمان پر تشریف لے گئے۔ پھر دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ پوچھا گیا: کون ہیں؟ کہا کہ جبرئیل علیہ السلام۔ پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہیں؟ کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پوچھا گیا: کیا اُنھیں لانے کے لیے بھیجا، کہا کہ جی ہاں۔ پھر جب میں وہاں پہنچا تو عیسیٰ اور یحییٰ علیہما السلام وہاں موجود تھے۔ یہ دونوں نبی آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام ہیں، اُنھیں سلام کیجیے۔ میں نے سلام کیا، دونوں نے جواب دیا اور کہا خوش آمدید نیک بھائی اور نیک نبی۔

ادریس علیہ السلام سے ملاقات: جب جبرئیل علیہ السلام، ادریس علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو انھوں نے کہا خوش آمدید، نیک نبی، نیک بھائی، میں نے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ ادریس علیہ السلام ہیں، پھر میں عیسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا، انھوں نے بھی کہا خوش آمدید نیک نبی، نیک بھائی، میں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ تو بتایا کہ عیسیٰ علیہ السلام۔ پھر ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انھوں نے فرمایا کہ خوش آمدید نیک نبی اور نیک بیٹے، میں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ جواب دیا کہ یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

بتادی جائیں۔

ہارون علیہ السلام سے ملاقات: جب آپ پانچویں آسمان پر تشریف لے گئے تو وہاں ہارون علیہ السلام سے ملے ۔ جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ ہارون علیہ السلام ہیں،اُنھیں سلام کیجیے۔میں نے سلام کیا تو انھوں نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: خوش آمدید، صالح بھائی اور صالح نبی۔

موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی تھی ۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حلیہ بیان کیا وہ........ دراز قامت اور سیدھے بالوں والے تھے جیسے قبیلہ شنوہ کے لوگ ہوتے ہیں۔ آپؐ نے بیان کیا کہ میں نے عیسیٰ علیہ السلام سے بھی ملاقات کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بھی حُلیہ بیان فرمایا کہ درمیانہ قد اور سرخ و سپید تھے، جیسے ابھی ابھی غسل خانے سے باہر آئے ہوں اور میں نے ابراہیم علیہ السلام سے بھی ملاقات کی تھی اور میں ان کی اولاد میں ان سے سب سے زیادہ مشابہ ہوں۔

انتہائی بلندیوں پر: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے اوپر لے کر چڑھے اور میں اتنے بلند مقام پر پہنچ گیا جہاں سے قلم کے لکھنے کی آواز صاف سننے لگی تھی۔

سدرۃ المنتھیٰ کے پاس: پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے لے کر آگے بڑھے اور سدرۃ المنتہیٰ کے پاس لائے جہاں مختلف قسم کے رنگ نظر آئے، جنھوں نے اس درخت کو چھپا رکھا تھا میں نہیں جانتا کہ وہ کیا تھے۔اس کے بعد مجھے جنت میں داخل کیا گیا تو میں نے دیکھا کہ موتی کے گنبد بنے ہوئے ہیں اور اس کی مٹی مشک کی طرح خوشبودار تھی۔

نمازوں کی فرضیت: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے پچاس وقت کی نمازیں مجھ پر فرض کیں۔ میں ان فرائض کے ساتھ واپس ہوا اور جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انھوں نے پوچھا کہ آپؐ کی امت پر کیا چیز فرض کی گئی ہے؟ میں نے جواب دیا کہ اُن پر پچاس وقت کی نمازیں فرض ہوئی ہیں۔انھوں نے کہا کہ آپؐ اپنے رب کے پاس واپس جائیں، کیوں کہ آپؐ کی امت میں اتنی نمازوں کی طاقت نہیں ہے، چنانچہ میں واپس ہوا اور رب العالمین کے دربار میں کمی کی درخواست کی، جس کے نتیجے میں اس کا ایک حصہ کم کردیا گیا، پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور اس مرتبہ بھی انھوں نے کہا کہ اپنے رب سے مزید کمی کی درخواست کریں، انھوں نے اپنی [قوم کی نافرمانی اور

سستی کی] تفصیلات کا ذکر کیا۔ پھر جانے پر رب العالمین نے مزید ایک حصہ کی کمی کر دی، نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور اُنھیں خبر کی، انھوں نے کہا کہ آپؐ اپنے رب سے مراجعت کریں، کیوں کہ آپؐ کی امت میں اس کی بھی طاقت نہیں ہے، پھر میں واپس ہوا اور اپنے رب سے پھر کمی کی درخواست کی، اللہ تعالیٰ نے اس مرتبہ فرمادیا کہ نمازیں پانچ وقت کی کر دی گئیں اور ثواب پچاس نمازوں کا ہی باقی رکھا گیا، ہمارا قول بدلا نہیں کرتا۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انھوں نے اب بھی اسی پر زور دیا کہ اپنے رب سے آپؐ کو پھر مراجعت کرنی چاہیے۔ لیکن میں نے کہا کہ مجھے اللہ پاک سے بارِ مزید درخواست کرتے ہوئے اب شرم آتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہر نماز میں دو دو رکعت فرض کی تھی۔ سفر میں بھی اور اقامت کی حالت میں بھی۔ پھر سفر کی نماز تو اپنی اصلی حالت پر باقی رکھی گئی اور حالت اقامت کی نمازوں میں زیادتی کر دی گئی۔

آپ کے حیرت انگیز سفر کو منکرین کا ناقابلِ یقین جاننے کے فتنے میں مبتلا ہونا: اللہ کے ارشاد «وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ (٦٠)» (اور جو خواب ہم نے آپ کو دکھایا اس سے مقصد صرف لوگوں کا امتحان تھا) اس میں رؤیا سے آنکھ سے دیکھنا ہی مراد ہے۔ جو رسول اللہ ﷺ کو اس معراج کی رات میں دکھایا گیا تھا جس میں آپ کو بیت المقدس تک لے جایا گیا تھا اور قرآن مجید میں «الشجرۃ الملعونۃ» کا ذکر آیا ہے وہ تھوہڑ کا درخت ہے

نبی ﷺ کو جنت میں غربا کی اور جہنم میں خواتین کی کثرت نظر آنا: نبی کریم ﷺ نے بیان کیا کہ میں نے (شب معراج میں) جنت میں جھانک کر دیکھا تو وہاں رہنے والے اکثر غریب لوگ تھے اور میں نے جہنم میں جھانک کر دیکھا تو وہاں عورتیں زیادہ تھیں۔

حوضِ کوثر کا مشاہدہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک نہر پر پہنچا جس کے دونوں کناروں پر جھول دار موتیوں کے ڈیرے لگے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل! یہ نہر کیسی ہے؟ انھوں نے بتایا کہ یہ حوض کوثر ہے (جو اللہ نے آپ کو دیا ہے)۔

سفر سے واپسی پر لوگوں کو سفر کی تفصیلات بتاتے ہوئے بیت المقدس کا آپؐ کی

نظروں کے سامنے آ جانا: آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب قریش نے مجھ کو واقعہ معراج کے سلسلہ میں جھٹلایا تو میں (کعبہ کے) مقام حجر میں کھڑا ہوا تھا اور میری [آنکھوں کے] سامنے پورا بیت المقدس کر دیا گیا تھا۔ میں اسے دیکھ دیکھ کر اس کی ایک ایک علامت بیان کرنے لگا۔

رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کیا: سفر معراج ہم سے محمد بن عبداللہ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن عبداللہ انصاری نے بیان کیا، ان سے ابن عون نے، کہا ہم کو قاسم نے خبر دی اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جس نے یہ گمان کیا کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا تھا تو اس نے بڑی جھوٹی بات زبان سے نکالی، لیکن آپ ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کو (معراج کی رات میں) ان کی اصل صورت میں دیکھا تھا۔ ان کے وجود نے آسمان کا کنارہ ڈھانپ لیا تھا۔... [بخاری، حدیث نمبر: ۳۲۳۴؛ متعلقہ ابواب: نبی ﷺ نے اللہ کو نہیں بلکہ جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تھا۔] حدیث نمبر: ۴۸۵۵ ۔۔۔ جو کتاب التفسیر میں وارد ہے:

حدثنا يحيى، حدثنا وكيع، عن إسماعيل بن ابي خالد، عن عامر، عن مسروق، قال: قلت لعائشة رضي الله عنها: يا امتاه، هل راى محمد صلى الله عليه وسلم ربه ﷻ فقالت: لقد قف شعري مما قلت اين انت من ثلاث من حدثكهن، فقد كذب من حدثك ان محمدا صلى الله عليه وسلم راى ربه فقد كذب ثم قرات: لا تدركه الابصار وهو يدرك الابصار وهو اللطيف الخبير سورة الانعام آية ۱۰۳ وما كان لبشر ان يكلمه الله إلا وحيا او من وراء حجاب سورة الشورى آية ۵۱، ومن حدثك انه يعلم ما في غد فقد كذب، ثم قرات وما تدري نفس ماذا تكسب غدا سورة لقمان آية ۳۴، ومن حدثك انه كتم فقد كذب، ثم قرات يايها الرسول بلغ ما انزل إليك من ربك سورة المائدة آية ۶۷ الآية، ولكنه راى جبريل عليه السلام في صورته مرتين

ترجمہ: ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، ان سے وکیع نے، ان سے اسماعیل بن ابی خالد نے، ان سے عامر نے اور ان سے مسروق نے بیان کیا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: اے ایمان والوں کی ماں! کیا محمد ﷺ نے معراج کی رات میں اپنے رب کو دیکھا تھا؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا تم نے ایسی بات کہی کہ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے کیا تم ان تین باتوں سے بھی ناواقف ہو؟ جو شخص بھی تم میں سے یہ تین باتیں بیان کرے وہ جھوٹا ہے جو شخص یہ کہتا ہو کہ محمد ﷺ نے شب معراج میں اپنے رب کو دیکھا تھا وہ جھوٹا ہے۔ پھر انھوں نے آیت «لا تدركه الأبصار وهو يدرك الأبصار وهو اللطيف الخبير» سے لے کر «من وراء حجاب» تک کی تلاوت کی اور کہا کہ کسی انسان کے لیے ممکن نہیں کہ اللہ

سے بات کرے، سوا اِس کے کہ وحی کے ذریعے ہو یا پھر پردے کے پیچھے سے ہو اور جو شخص تم سے کہے کہ نبی کریم ﷺ آنے والے کل کی بات جانتے تھے وہ بھی جھوٹا ہے۔ اس کے لیے انھوں نے آیت «وما تدری نفس ماذا تکسب غدا» یعنی ''اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا۔'' کی تلاوت فرمائی۔ اور جو شخص تم میں سے کہے کہ نبی کریم ﷺ نے تبلیغ دین میں کوئی بات چھپائی تھی وہ بھی جھوٹا ہے۔ پھر انھوں نے یہ آیت تلاوت کی «یا أیها الرسول بلغ ما أنزل إلیك من ربك» یعنی اے رسول! پہنچا دیجیے وہ سب کچھ جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر اتارا گیا ہے۔ ہاں نبی کریم ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں دو مرتبہ دیکھا تھا۔ [بخاری، حدیث نمبر: ۴۸۵۵ جو کتاب التفسیر میں وارد ہے]

علماء اور متکلمین کے درمیان جسمانی اور روحانی معراج کا اختلاف

رودادِ سفر کی یہ تمام اور دیگر بہت ساری تفصیلات احادیث کی کتب میں مذکور ہیں، تاہم اہم ترین اور مستند ترین احادیث اوپر مذکور ہو چکی ہیں، اب دیکھیے کہ لوگ کس طرح اِن کے جسمانی یا روحانی ہونے کے بارے میں اظہارِ خیال کرتے ہیں۔ سب سے پہلے ہم محمد حسین ہیکل مصری، تاریخِ اسلام کے مشہور ماہر کے خیالات اُن کی کتاب حیاتِ محمد ﷺ سے پیش کرتے ہیں۔

- ہمارے خیال میں [مولف، محمد حسین ہیکل کے خیال میں] رسول اللہ ﷺ کا روحانی معراج ہر اُس پہلو سے بدرجہا بلند[51] ہے جو جسمانی معراج کے قائلین کے تصور میں ہے۔ عقلی دلائل سے گفتگو کرنے والے پر خلوص متکلمین کے ہاں اس روحانی معراج کی بلندیوں کا نقشہ دیکھا جا سکتا ہے۔
- حقیت یہ ہے کہ اسراء اور معراج میں رسول اللہ ﷺ کی روح جسدِ عنصری سے آزاد ہو کر پہلے تو وحدتِ کلّی میں جذب ہو گئی[52]، پھر تمام کائنات پر اس طرح رواں دواں ہو گئی کہ اس دنیا میں جتنی رکاوٹیں ہمارے ادراک کے تصرف کی راہ میں حائل ہوتی ہیں، سب ختم ہو گئیں۔
- معراج کی حقیقت آپ کے سامنے اس طرح واضح ہو گئی کہ ازل اور ابد دونوں زمانوں کا فاصلہ ختم ہو گیا، حدیں ٹوٹ گئیں اور رسول اللہ ﷺ نے مکان کی حد سے آزاد ہو کر سدرۃ المنتہیٰ کے اُس پار دیکھا تو

---

۵۱ وہ لوگ جو جسمانی معراج سے بدرجہا بلند حالت، یعنی وحدتِ کلّی میں جذب کر کے، نبیؐ کو الوہیت کے مقام پر لے جاتے ہیں وہ عقلی دلائل سے گفتگو کرنے والے پر خلوص متکلمین کہاں رہے وہ تو خوش گمان اہلِ تصوف ہو گئے!

۵۲ اس کی اطلاع کہاں سے ملی؟ قرآن اور حدیث تو ایسی باتوں سے خالی ہیں۔ کیا یہ موقع پر خود موجود و شاہد تھے؟ یا یہ محض اِن کے ظنی نظریات [hypothesis] ہیں، ایسا ہے تو اس کی تصدیق میں کیا کچھ ہے؟

کائنات کی کوئی شے نظر سے اوجھل نہ رہ سکی، یہ ہیں وہ حقیقتیں جو معراج میں حضورِ اکرم ﷺ کو نظر آئیں، لیکن اندھی آنکھ کے عوام کی نگاہیں کچھ نہ دیکھ سکیں۔

- ابھی روحانی معراج کے مدرکات اور ان کے مقابلے میں جسمانی معراج کے محسوسات میں نمایاں فرق اور اس کے درجات کی نوعیت تو ایسی ہے جیسے کہ اِس جسم میں حرکتِ قلب کی وجہ سے روح سرسرا رہی ہو۔ یہ روحانی [۵۳] معراج کی مثال ہے جس کے مقابلے میں جسمانی معراج ایسے ہی ہے جیسے ایک بے قدر ذرّہ۔
- عربوں میں اسراء کا تصور جو ہم نے بیان کیا ہے، اَن پڑھ [۵۴] ہونے کی وجہ سے اِن کی سمجھ سے بالا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب اِن سے اس حقیقت کا تذکرہ کیا تو اُنھوں نے مادی تصورات کے مطابق اس کے امکان اور عدمِ امکان پر بحث شروع کر دی۔

[اوپر دیے گئے اقتباسات کا حوالہ: محمد حسین ہیکل، کتاب: حیاتِ محمد ﷺ؛ ترجمہ محمد مسعود عبدہ؛ شائع کردہ الفیصل، لاہور، صفحات ۲۹۷ تا ۲۹۹]

☆☆☆☆☆

اب ہم اس موضوع پر حلقہ فراہیؒ کے جناب امین احسن اصلاحیؒ کی آرا پیش کرتے ہیں:

نبی کی رویائے صادقہ: رہا یہ سوال کہ یہ جو کچھ آپ کو دکھایا گیا رویا میں دکھایا گیا یا بیداری میں تو اس سوال کا جواب اسی سورہ میں آگے قرآن نے خود دے دیا ہے۔ فرمایا ہے: وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ۝ ”اور ہم نے اس رویا کو جو ہم نے تمھیں دکھائی لوگوں کے لیے فتنہ ہی بنادی۔“ ظاہر ہے کہ یہاں جس رویا کی طرف اشارہ ہے اس سے اس رویا کے سوا کوئی اور رویا مراد لینے کی کوئی گنجایش نہیں ہے جس کا ذکر آیت زیر بحث میں 'لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا' کے الفاظ سے ہوا ہے۔ لفظ 'اراءت' قرآن میں متعدد مقامات میں، رویا میں دکھانے کے لیے آیا بھی ہے اور مفسرین نے اس سے یہی رویا مراد بھی لی ہے۔ اس وجہ سے اس کا رویا ہونا تو اپنی جگہ پر واضح بھی ہے اور مُسلّم بھی، لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ 'رویا' کو خواب کے معنی میں لینا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔

---

۵۳ اہلِ تصوف، شریعت اور علمائے دین پر ایسی ہی پھبتیاں کستے رہے ہیں، اُن کا یہی کہنا رہا ہے کہ شریعت تو محض ہڈّیاں ہیں، مغز تو صوفیاء کے پاس ہے؛ یہ ایسی فضول باتیں ہیں کہ اِن کے جواب میں کچھ کہنا جہالت ہے۔

۵۴ یہ اُس دَور کے افراد کے بارے میں بڑی جسارت ہے، جو یا تو معراج کے موقع پر اللہ کے رسول ﷺ کے اصحابؓ تھے یا جلد بدیر ایمان سے سرفراز ہوئے۔ یعنی اُس وقت جو لوگ موجود تھے اور براہِ راست نبی ﷺ سے فیض حاصل کر رہے تھے، اُن سب کے لیے یہ ساری بیان کردہ "دانش ورانہ" باتیں سمجھ سے بالا تھیں۔

خواب تو خواب پریشان بھی ہوتے ہیں لیکن حضرات انبیاء علیہم السلام کو جو رویا دکھائی جاتی ہے وہ رویائے صادقہ ہوتی ہے۔اس کے متعدد امتیازی پہلو ہیں جو ذہن میں رکھنے کے ہیں۔

رویائے صادقہ کے امتیازی پہلو:

پہلی چیز تو یہ ہے کہ رویائے صادقہ وحی الٰہی کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں اور رسولوں پر جس طرح فرشتے کے ذریعے سے کلام کی صورت میں اپنی وحی نازل فرماتا ہے اسی طرح کبھی رویا کی صورت میں بھی ان کی رہنمائی فرماتا ہے۔

دوسری چیز یہ ہے کہ یہ رُویا نہایت واضح، غیر مبہم اور روشن صورت میں 'كَفَلَقِ الصُّبْحِ' ہوتی ہے جس پر نبی کو پورا شرح صدر اور اطمینان قلب ہوتا ہے، اگر اس میں کوئی چیز تمثیلی رنگ میں بھی ہوتی ہے تو اس کی تعبیر بھی اللہ تعالیٰ اپنے نبی پر خود واضح فرما دیتا ہے۔

تیسری چیز یہ ہے کہ جہاں واقعات و حقائق کا مشاہدہ کرانا مقصود ہو وہاں یہی ذریعہ نبی کے لیے زیادہ اطمینان بخش ہوتا ہے، اس لیے کہ اس طرح واقعات کی پوری تفصیل مشاہدہ میں آجاتی ہے اور وہ معانی و حقائق بھی ممثل ہو کر سامنے آجاتے ہیں جو الفاظ کی گرفت میں مشکل ہی سے آتے ہیں۔

چوتھی چیز یہ ہے کہ رویا کا مشاہدہ چشم سر کے مشاہدے سے زیادہ قطعی، زیادہ وسیع اور اس سے ہزارہا درجہ عمیق اور دور رس ہوتا ہے۔ آنکھ کو مغالطہ پیش آسکتا ہے لیکن رویائے صادقہ مغالطہ سے پاک ہوتی ہے، آنکھ ایک محدود دائرہ ہی میں دیکھ سکتی ہے لیکن رویا بیک وقت نہایت وسیع دائرہ پر محیط ہو جاتی ہے، آنکھ حقائق و معانی کے مشاہدے سے قاصر ہے، اس کی رسائی مرئیات ہی تک محدود ہے۔ لیکن رویا معانی و حقائق اور انوار و تجلیات کو بھی اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے تجلی الٰہی اپنی آنکھوں سے دیکھنی چاہی لیکن وہ اس کی تاب نہ لا سکے۔ برعکس اس کے ہمارے نبی کریم ﷺ کو شب معراج میں جو مشاہدے کرائے گئے وہ سب آپؐ نے کیے اور کہیں بھی آپ کی نگاہیں خیرہ نہیں ہوئیں۔

[امین احسن اصلاحیؒ، تدبرِ قرآن، جلد ۵، ۴۷۵، ۴۷۶-۴۷۴]

☆☆☆☆☆

جناب امین احسن اصلاحیؒ صاحب اپنی رائے مدلل انداز میں پیش کرتے ہیں، وہ خود تصوف کو [اپنی دوسری تحریروں میں] دین اسلام سے متوازی ایک دین قرار دیتے ہیں لہٰذا اُن کا سفرِ معراج کو رویا

قرار دینا وحدتِ کلّی میں جذب ہونے والی بات نہیں بلکہ وہ جسمانی کے مقابلے میں ایک دوسرے ذریعے سے جو اس جسمانی آنکھ سے زیادہ باریک بیں ہے نبی کے مشاہدے کے قائل ہیں۔ وہ اس کو رویا ضرور کہتے ہیں مگر انبیاء کے رویائے صادقہ کو عام انسانوں کے رویا سے الگ ایک دوسری کیٹگری میں رکھتے ہیں، جس میں اگرچہ ظاہری جسم حصہ نہیں لیتا مگر شخصیت کی موجودگی اور تمام اعضا اور صلاحیتوں کے کردار کی ادائیگی جسم کی موجودگی اور وظائف کی بجاآوری سے بدرجہا، بدرجہا بہتر ہو سکتی ہے، لوگ اب تک دیکھی جانے والی دو چیزوں سے واقف تھے:

- ایک وہ جو خواب [رویا] وخیال میں دکھائی دیتی ہے،
- دوسری وہ جو حقیقت کی دنیا میں آنکھوں سے دیکھی جاتی ہے،

اصلاحیؒ صاحب ایک تیسری رویت سے متعارف کراتے ہیں جو دوسری سے بھی اعلیٰ ہے اگرچہ حقیقت نہیں ہے اس لیے اُسے وہ رویائے صادقہ کہتے ہیں، جو نبیوں کے لیے مخصوص ہے۔ اصلاحی صاحبؒ کے خیال میں معراج کا سارا معاملہ اسی رویائے صادقہ کا ہے۔

اب ہم اس موضوع پر سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی رائے کو پیش کرتے ہیں جو امتِ مسلمہ کے قدیم اور عصرِ حاضر کے جمہور علماء کی ترجمانی کرتی ہے:

یہ وہی واقعہ ہے جو اصطلاحاً "معراج" اور "اسراء" کے نام سے مشہور ہے۔ اکثر اور معتبر روایات کی رو سے یہ واقعہ ہجرت سے ایک سال پہلے پیش آیا۔ حدیث اور سیرت کی کتابوں میں اس واقعہ کی تفصیلات بکثرت صحابہؓ سے مروی ہیں جن کی تعداد ۲۵ تک پہنچتی ہے۔ ان میں سے مفصل ترین روایت حضرت انس بن مالکؓ، حضرت مالک بن صَعصَعہؓ، حضرت ابوذر غفاریؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت حذیفہ بن یمانؓ، حضرت عائشہؓ اور متعدد دوسرے صحابہؓ نے بھی اس کے بعض اجزا بیان کیے ہیں۔

قرآن مجید یہاں صرف مسجد حرام (یعنی بیت اللہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک حضور کے جانے کی تصریح کرتا ہے اور اس سفر کا مقصد یہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اپنی کچھ نشانیاں دکھانا چاہتا تھا۔ اس سے زیادہ کوئی تفصیل قرآن میں نہیں بتائی گئی ہے۔ حدیث میں جو تفصیلات آئی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ رات کے وقت جبریل علیہ السلام آپؐ کو اُٹھا کر مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک بُراق پر لے گئے۔ وہاں آپؐ نے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ نماز ادا کی۔ پھر وہ آپؐ کو عالم بالا کی طرف لے چلے اور وہاں مختلف طبقات

سماوی میں مختلف جلیل القدر انبیاء سے آپؐ کی ملاقات ہوئی۔ آخر کار آپؐ انتہائی بلندیوں پر پہنچ کر اپنے رب کے حضور حاضر ہوئے اور اس حضوری کے موقع پر دوسری اہم ہدایات کے علاوہ آپؐ کو پنج وقتہ نماز کی فرضیت کا حکم ہوا۔ اس کے بعد آپؐ بیت المقدس کی طرف پلٹے اور وہاں سے مسجد حرام واپس تشریف لائے۔ اس سلسلے میں بکثرت روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کو جنت اور دوزخ کا بھی مشاہدہ کرایا گیا۔ نیز معتبر روایات یہ بھی بتاتی ہیں کہ دوسرے روز جب آپؐ نے اس واقعہ کا لوگوں سے ذکر کیا تو کفار مکہ نے اس کا بہت مذاق اڑایا اور مسلمانوں میں سے بھی بعض کے ایمان متزلزل ہو گئے۔

حدیث کی یہ زائد تفصیلات قرآن کے خلاف نہیں ہیں بلکہ اس کے بیان پر اضافہ ہیں، اور ظاہر ہے کہ اضافے کو قرآن کے خلاف کہہ کر رد نہیں کیا جا سکتا، تاہم اگر کوئی شخص اُن تفصیلات کے کسی حصے کو نہ مانے جو حدیث میں آئی ہیں تو اس کی تکفیر نہیں کی جا سکتی، البتہ جس واقعے کی تصریح قرآن کر رہا ہے اس کا انکار موجب کفر ہے۔

اس سفر کی کیفیت کیا تھی؟ یہ عالم خواب میں پیش آیا تھا یا بیداری میں؟ اور آیا حضورؐ بذات خود تشریف لے گئے تھے یا اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے محض روحانی طور پر ہی آپؐ کو یہ مشاہدہ کرا دیا گیا؟ ان سوالات کا جواب قرآن مجید کے الفاظ خود دے رہے ہیں۔ سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی سے بیان کی ابتدا کرنا خود بتا رہا ہے کہ یہ کوئی بہت بڑا خارقِ عادت واقعہ تھا جو اللہ تعالیٰ کی غیر محدود قدرت سے رونما ہوا۔ ظاہر ہے کہ خواب میں کسی شخص کا اس طرح کی چیزیں دیکھ لینا، یا کشف کے طور پر دیکھنا یہ اہمیت نہیں رکھتا کہ اسے بیان کرنے کے لیے اس تمہید کی ضرورت ہو کہ تمام کمزوریوں اور نقائص سے پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو یہ خواب دکھایا یا کشف میں یہ کچھ دکھایا۔ پھر یہ الفاظ بھی کہ ”ایک رات اپنے بندے کو لے گیا“، جسمانی سفر مانے بغیر چارہ نہیں کہ یہ محض ایک روحانی تجربہ نہ تھا بلکہ ایک جسمانی سفر اور عینی مشاہدہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو کرایا۔

اب اگر ایک رات میں ہوائی جہاز کے بغیر مکہ سے بیت المقدس جانا اور آنا اللہ کی قدرت سے ممکن تھا، تو آخر اُن دوسری تفصیلات ہی کو ناممکن کہہ کر کیوں رد کر دیا جائے جو حدیث میں بیان ہوئی ہیں؟ ممکن اور ناممکن کی بحث تو صرف اُس صورت میں پیدا ہوتی ہے جب کہ کسی مخلوق کے باختیار خود کوئی کام کرنے کا معاملہ زیر بحث ہو۔ لیکن جب ذکر یہ ہو کہ خدا نے فلاں کام کیا، تو پھر امکان کا سوال وہی شخص اٹھا سکتا ہے جسے خدا کے قادر مطلق ہونے کا یقین نہ ہو۔ اس کے علاوہ جو دوسری تفصیلات حدیث میں آئی ہیں ان پر منکرین حدیث کی طرف سے متعدد اعتراضات کیے جاتے ہیں، مگر ان میں سے صرف دو ہی اعتراضات ایسے ہیں جو کچھ وزن رکھتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا کسی خاص مقام پر مقیم ہونا لازم آتا ہے، ورنہ اس کے حضور بندے کی پیشی کے لیے کیا ضرورت تھی کہ اسے سفر کرا کے ایک مقامِ خاص تک لے جایا جاتا؟

دوسرے یہ کہ نبی ﷺ کو دوزخ اور جنت کا مشاہدہ اور بعض لوگوں کے مبتلائے عذاب ہونے کا معائنہ کیسے کرادیا گیا، جب کہ ابھی بندوں کے مقدمات کا فیصلہ ہی نہیں ہوا ہے؟ یہ کیا کہ سزا و جزا کا فیصلہ تو ہونا ہے قیامت کے بعد، اور کچھ لوگوں کو سزا دے ڈالی گئی ابھی سے؟

لیکن دراصل یہ دونوں اعتراض بھی قلت فکر کا نتیجہ ہیں۔ پہلا اعتراض اس لیے غلط ہے کہ خالق اپنی ذات میں تو بلاشبہ اطلاقی شان رکھتا ہے۔ مگر مخلوق کے ساتھ معاملہ کرنے میں وہ اپنی کسی کمزوری کی بنا پر نہیں بلکہ مخلوق کی کمزوریوں کی بنا پر محدود وسائل اختیار کرتا ہے۔ مثلاً جب وہ مخلوق سے کلام کرتا ہے تو کلام کا وہ محدود طریقہ استعمال کرتا ہے جسے ایک انسان سن اور سمجھ سکے، حالانکہ بجائے خود اس کا کلام ایک اطلاقی شان رکھتا ہے۔ اسی طرح جب وہ اپنے بندے کو اپنی سلطنت کی عظیم الشان نشانیاں دکھانا چاہتا ہے تو اسے لے جاتا ہے اور جہاں جو چیز دکھانی ہوتی ہے اسی جگہ دکھاتا ہے، کیوں کہ وہ ساری کائنات کو بیک وقت اُس طرح نہیں دیکھ سکتا جس طرح خدا دیکھتا ہے۔ خدا کو کسی چیز کے مشاہدے کے لیے کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہوتی، مگر بندے کو ہوتی ہے۔ یہی معاملہ خالق کے حضور باریابی کا بھی ہے کہ خالق بذاتِ خود کسی مقام پر متمکن نہیں ہے، مگر بندہ اس کی ملاقات کے لیے ایک جگہ کا محتاج ہے، جہاں اس کے لیے تجلیات کو مرکوز کیا جائے۔ ورنہ اُس کی شان اطلاق میں اس سے ملاقات بندہ محدود کے لیے ممکن نہیں ہے۔

رہا دوسرا اعتراض تو وہ اس لیے غلط ہے کہ معراج کے موقع پر بہت سے مشاہدات جو نبی ﷺ کو کرائے گئے تھے ان میں بعض حقیقتوں کو ممثل کر کے دکھایا گیا تھا۔ مثلاً ایک فتنہ انگیز بات کی یہ تمثیل کہ ایک ذرا سے شگاف میں سے ایک موٹا سا بیل نکلا اور پھر اس میں واپس نہ جا سکا۔ بعض زناکاروں کی یہ تمثیل کہ ان کے پاس تازہ نفیس گوشت موجود ہے مگر وہ اسے چھوڑ کر سڑا ہوا گوشت کھا رہے ہیں۔ اسی طرح بُرے اعمال کی جو سزائیں آپ کو دکھائی گئیں وہ بھی تمثیلی رنگ میں عالم آخرت کی سزاؤں کا پیشگی مشاہدہ تھیں۔ اصل بات جو معراج کے سلسلے سے سمجھ لینی چاہیے وہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے اُن کے منصب کی مناسبت سے ملکوتِ سمٰوات و ارض کا مشاہدہ کرایا ہے اور مادی حجابات بیچ میں سے ہٹا کر آنکھوں سے وہ حقیقتیں دکھائی ہیں جن پر ایمان بالغیب لانے کی دعوت دینے پر وہ مامور کیے گئے تھے، تاکہ ان کا مقام ایک فلسفی کے مقام سے بالکل ممیز ہو جائے۔ فلسفی جو کچھ بھی کہتا ہے قیاس اور گمان سے کہتا ہے، وہ خود اگر اپنی حیثیت سے واقف ہو تو کبھی اپنی کسی رائے کی صداقت پر شہادت نہ دے گا۔ مگر انبیاء جو کچھ کہتے ہیں وہ براہ راست علم اور مشاہدے کے بنا پر کہتے ہیں، اور وہ خلق کے سامنے یہ شہادت دے سکتے ہیں کہ ہم ان باتوں کو جانتے ہیں اور یہ ہماری آنکھوں دیکھی حقیقتیں ہیں۔

[ابولاعلیٰ مودودیؒ، تفہیم القرآن، جلد دوم ۵۸۸-۵۹۰] ☆☆☆☆☆ ☆☆☆☆☆